جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

موجودہ حالات کے تناظر میں ہماری سیاسی قیادت کی بصیرت کا امتحان

ایم کیو ایم کی حکومتی اتحاد سے علیحدگی اور پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کی سیٹوں پر بیٹھنے کے فیصلے نے قومی سیاست میں ہلچل مچادی جس سے قومی سیاسی قیادت پر یہ بھارتی ذمہ داری آن پڑی ہے کہ وہ کس طرح اس صورت حال کا مقابلہ کرتے ہیں تاکہ ملک کو گرداب سے نکالا جائے اور جمہوریت اور قومی مفادات کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ یہ ایسا وقت ہے جب ہماری قومی قیادت کی حب الوطنی اور ان کی سیاسی بصیرت و اہلیت کا بھی امتحان ہوگا کہ موجودہ چیلنجز اور مواقع سے بھرپور حالات میں وہ کتنی بالغ نظری کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔

حکمران جماعت اس وقت دفاعی پوزیشن میں ہے۔ عدلیہ سے مخاصمت‘ کرپشن‘ زوال پذیر اقتصادی حالت‘ بڑھتا ہوا آئی ایم ایف کی شرائط کا بوجھ‘ مالی خسارے میں روز افزوں اضافے اور افغانستان کے خلاف امریکہ کی جنگ جیسے مسائل پر قابو پانے کیلئے حکومت اپنے اتحادیوں کے تحفظات پر غور کرنے اور ان کی بات سننے پر مجبور ہو چکی ہے۔ اگر حکمران جماعت کو اس کڑے وقت کی نزاکت کا بخوبی احساس ہے تو اسے اپنے اور قومی مفادات کے تحفظ کی خاطر مثبت اقدامات اٹھانا ہوں گے۔

اگر وسط مدتی انتخابات منعقد ہوتے ہیں تو مسلم لیگ (ن) کی کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں کیونکہ امریکہ ان کی قیادت کو پسند نہیں کرتا۔ مثلاً ۲۰۰۸ء کے انتخابات کے موقع پر سی آئی اے کے پیسوں سے چلنے والے امریکی اخبار واشنگٹن ٹائمز میں شائع ہونے والا یہ تبصرہ بڑا اہم ہے۔ ”امریکہ میں موجود پاکستان میں جمہوریت کا خواہاں طبقہ اس وقت کو یاد کر کے روئے گا جب انہوں نے جنرل مشرف کو ملک میں جمہوریت بحال کرنے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ جیسی جمہوریت اب قائم ہو چکی ہے وہ امریکہ کے دیرینہ مخالفین کا خطرناک اتحاد ہے۔ کیونکہ امریکہ سے نفرت کرنے والے اتحاد کے نئے سربراہ مسلم لیگ (ن) کے قائد نواز شریف ہیں۔ اس صورت حال نے کیانی‘ جنہیں پرویز مشرف نے آرمی کا سربراہ بنایا ہے‘ کو تذبذب کی کیفیت میں مبتلا کردیا ہے۔“ اب صورت حال یہ ہے کہ فوج کسی بھی پارٹی کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالنے کو تیار نہیں ہے اور نہ ہی عدلیہ ایک اور ”نظریہ ضرورت“ ایجاد کرنے کے موڈ میں ہے۔ اختلافات کے سبب مسلم لیگ (ن) ایم کیو ایم اور مسلم لیگ (ق) سے اتحاد کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ اس طرح اب ان کے پاس صرف ایک ہی آسان راستہ ہے کہ ملک میں بہترین حکمرانی کے قیام کیلئے حکومتی پارٹی کے ساتھ

تعاون قائم رکھیں۔۔۔۔ ق لیگ بھی وسط مدتی انتخابات کی حمایت نہیں کرے گی کیونکہ اب انہیں ''پرویز مشرف'' کی مدد حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ پارلیمنٹ میں اس قدر نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے اور اب اگر الیکشن ہوئے تو وہ اس کا چوتھائی بھی جیتنے کے قابل نہیں ہوسکیں گے۔ لہٰذا ان کی اپنی بقا اور ملک کے مفاد میں یہی مناسب ہے کہ وہ حکومتی پارٹی سے تعاون کریں تاکہ ملک میں بہتر انداز حکمرانی کے ذریعے عوام کے دکھوں کا مداوا ممکن ہوسکے۔

ایم کیوایم اپنی مشکلات کو بہتر سمجھتی ہے جن کی وجہ سے وہ حزب اختلاف میں بیٹھنے پر مجبور ہوئے۔ ممکن ہے اس کی وجہ چین کے وزیر اعظم کے حالیہ دورہ پاکستان کے موقع پر پیش آنے والے واقعات ہوں جو ایم کیو ایم کو حکومت کمزور کرنے پر اکسانے کا موجب بنے ہوں۔ یقیناً یہ 'محب وطن جرنیلوں' کو مداخلت پر آمادہ کرنے کیلئے پیغام نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ ایم کیوایم کے مختلف دھڑوں کے مابین اندرونی اختلافات ہوسکتے ہیں۔ ایم کیوایم کو عوامی نیشنل پارٹی' اہل سنت والجماعت اور پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے مخالفت کا سامنا ہے جس کی وجہ سے یہ وقت ان کیلئے خاصا آزمائش کا دور ہے لہٰذا ان کیلئے بہتر یہی ہے کہ اگر وہ مسلم لیگ (ن) اور مسلم لیگ (ق) کے ساتھ تعلقات بہتر نہیں بنا سکتے تو حکومت کیساتھ تعاون جاری رکھیں۔ اسی مصلحت کے تحت آج وزیر اعظم کے ایم کیوایم کے مرکزی دفتر نائن زیرو کے دورے کے بعد ایم کیوایم نے حکومت میں شمولیت کا فیصلہ کیا ہے جس سے قومی سیاست نے ایک بار پھر نئی کروٹ لی ہے۔ اس تبدیلی کے بعد شاید حکومت پھر اپنی پرانی روش پر چل پڑے اور بہتری کے امکانات مفقود ہو جائیں۔

عوامی نیشنل پارٹی نے حکومت کے ساتھ تعاون جاری رکھنے کا جو فیصلہ کیا ہے اس لحاظ سے قابل تحسین ہے کہ اس سے ان کے اپنے مفادات وابستہ ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام کے مولانا فضل الرحمٰن کی حکومت سے علیحدگی قابل فہم ہے لیکن انہیں چاہیئے کہ ملک میں جمہوریت کے استحکام اور عظیم تر قومی مفادات کے پیش نظر ایسا فیصلہ کریں جس سے ثابت ہو کہ ہماری سیاسی قیادت ہر قسم کے چیلنجز سے نمٹنے کی پوری اہلیت رکھتی ہے۔

افغانستان پر غیر ملکی افواج کا قبضہ اور وہاں پر گذشتہ تیس سالوں سے جاری خونی جنگ 'تمام برائیوں کی جڑ' (Mother of all evils) ہے۔ اس جنگ کی وجہ سے پاکستان کی قومی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہیں خصوصاً ۲۰۰۱ء میں افغانستان کے خلاف شروع ہونے والی جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے کر ہم نے افغانیوں سے تعلقات بگاڑ لئے ہیں۔ اب امریکہ اور اس کے اتحادی ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے نکلنے کی سعی کر رہے ہیں۔ ان کی یہ شرمناک پسپائی ایک مہذب قوم کے وقار کے منافی ہے اور اس کے باوجود وہ اپنی شکست تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے، اور اب سازش کے تحت افغانستان کو تقسیم کرکے وہاں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس نازک موقع پر قریبی پڑوسی ملک ہونے کے ناطے ہمیں چاہیئے کہ ماضی کی غلط حکمت عملیوں کے سبب اٹھائے جانے والے نقصان کی تلافی کرتے ہوئے افغانستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کریں۔ افغانستان میں مستقبل قریب میں قائم ہونے والی حکومت یقیناً طالبان کی ہوگی کیونکہ وہی ایسی طاقت ہیں جو وہاں قیام امن یقینی بنا سکتے ہیں۔ یہ وہ سخت اقدامات ہیں جو پاکستان کی

سیاسی قیادت کو اٹھانے ہیں جنہیں حالات کی نزاکت نے متحد ہونے پر مجبور کر دیا ہے تاکہ ایسا تاریخی کردار ادا کر سکیں جو موجودہ حالت کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔__ عدلیہ کی آزادی اور آئین کی حکمرانی ایک جمہوری معاشرے میں عدل وانصاف کی فراہمی کی بنیادی شرط ہوتی ہے۔نظام کی تبدیلی کے دعووں کے برعکس قانون کی عملداری میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے منفی ہتھکنڈے استعمال کئے جارہے ہیں۔لہذا ملک کی تمام سیاسی قیادت کی یہ مشترکہ ذمہ داری ہے کہ آئین کی حکمرانی اور نظام عدل کے قیام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والی ان تمام منفی طاقتوں کے عزائم کو ناکام بنانے کیلئے مثبت کردار ادا کریں۔__ کرپشن ہماری مخصوص شناخت بن چکی ہے جو ہمارے معاشرتی نظام کی جڑیں کھوکھلی کر رہی ہے۔سیاسی قیادت کو چاہیئے کہ بدعنوان عناصر کی سرپرستی کے بجائے بدعنوانی کی وجوہات کی نشاندہی کرتے ہوئے اس سے آہنی ہاتھ سے نمٹا جائے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ''مچھلی ہمیشہ سر کی جانب سے سڑنا شروع ہوتی ہے۔'' مالی خسارے اور آئی ایم ایف کی شرائط نے عام آدمی کی حالت انتہائی قابل رحم بنا دی ہے۔ہمیں اپنی ڈوبتی ہوئی معیشت کو سنبھالا دینے کیلئے چند سخت فیصلے کرنا ہوں گے۔اس کیلئے آئندہ انتخابات تک انتظار کرنا اور اقتصادی حالت سنوارنے کیلئے پارٹی منشور میں بلند وبانگ دعوے کرنے کی روایت اب ختم ہو جانی چاہیئے کیونکہ جو بھی کرنا ہے وہ ابھی کرنا ہے۔

ہمارا ملک پہلے ہی گوناں گوں مسائل سے دوچار ہے اس میں قابل تعظیم ہستیوں کی شان میں گستاخانہ اور بے ادبانہ کلمات ادا کرنے' سیکولرزم اور مذہبی اقدار کے حوالے سے مزید مسائل ابھارنے سے گریز کیا جانا چاہیئے۔گورنر پنجاب کے قتل کا سبب اسی قسم کی لابیاں ہیں جو مسائل کو پارلیمنٹ سے باہر حل کرنا چاہتی ہیں حالانکہ پارلیمنٹ ہی وہ مخصوص فورم ہے جہاں اس قسم کے مسائل کو بحث وتمحیث کے ذریعے حل کیا جانا چاہیئے۔

ماضی میں جس طرح سے حکومتیں تبدیل کی جاتی رہی ہیں اب ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ پاکستان آرمی اور حکومت سے ناراض سیاسی جماعتیں امریکہ کی گرفت سے آزاد ہو چکی ہیں اور اب ان کے اشاروں پر چلنے کو تیار نہیں ہیں۔ملک میں عدلیہ اپنی آزاد حیثیت تسلیم کرا چکی ہے۔ہماری قومی سلامتی کو درپیش اس قسم کے کڑے حالات میں اپنا صحیح کردار ادا کرنے کیلئے ہماری سیاسی قیادت کو اس سے بہتر وقت نصیب نہ ہوگا اور نہ اس سے بہتر مواقع سے بھرپور لمحات میسر آسکیں گے کہ وہ آگے بڑھ کر حالات کو سنبھالا دیں اور عوام کی توقعات کے مطابق نظام کی تبدیلی کیلئے عملی جدوجہد کا آغاز کریں۔معروف دانشور جان لوک نے خوب کہا ہے کہ ''حقیقت یہ ہے کہ کسی بھٹکے ہوئے آدمی کو اس کی غلطیوں کا احساس دلایا جائے جبکہ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اسے حق کے راستے پر لگایا جائے۔''

نوٹ: ایم کیو ایم کے حکومت میں دوبارہ شمولیت کے فیصلے کے نتیجے میں سیاسی حالات ایسی تیزی سے تبدیل ہوئے ہیں کہ یہ مضمون بے محل نظر آتا ہے لیکن جن نکات کو واضح کیا گیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہیں اور قابل توجہ بھی ہیں اس لئے کہ ذہن اور سوچ کی تبدیلی ایک بہتر جمہوری نظام کیلئے ضروری ہے۔